37

# اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کو نیکیوں اور قربانیوں کے بلند مقام پر قائم کرنے کی کوشش کرو

(فرمودہ 4 نومبر 1949ء بمقام لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''کچھ عرصہ ہوا میں نے لاہور کی جماعت کو ایک زنانہ اور ایک مردانہ سکول قائم کرنے اور موجودہ مسجد سے ایک زیادہ وسیع مسجد بنانے کی ہدایت کی تھی کیونکہ میں سمجھتا ہوں اب بغیر اس کے یہاں کی جماعت ترقی نہیں کرسکتی۔ اِسی طرح میرے نزدیک اب لاہور کا تمدن اس قسم کا ہو گیا ہے کہ ضروری ہے یہاں ہماری جماعت کا ایک ہال بھی ہو جس میں ہر اتوار کو لیکچر ہوا کریں اور بعد میں لوگوں کو سوال و جواب کا موقع دیا جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ایسا طبقہ پیدا ہونا شروع ہو جائے گا جو احمدیت کے متعلق لوگوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے زہر سے بڑی حد تک محفوظ ہوگا۔ اور اگر اس کے ساتھ ہی ایک لائبریری بھی ہو جس میں سلسلہ کی کتب کے علاوہ دوسرے علوم کی کتابیں بھی موجود ہوں، اسی طرح اخبارات وغیرہ ہوں تو یہ ایک ایسا ذریعہ ہوگا جس سے لوگوں کو بہت کچھ فائدہ پہنچ سکے گا۔ بلکہ میں تو کہوں گا اس سے بڑھ کر ایک اَور ذریعہ بھی ہے

جس سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ اگر مسجد کے لیے کافی جگہ مل جائے تو اس کے ساتھ ایسے کمرے بھی بنا دیئے جائیں جو عارضی رہائش کے لیے استعمال کیے جاسکیں۔ ان کا رُخ مسجد کی طرف نہ ہو اور کمرے نسبتاً فراخ ہوں اور وہ ان لوگوں کو کرایہ پر دیئے جایا کریں جو چند دنوں کے لیے لاہور آتے رہتے ہیں۔ گویا وہ کمرے سرائے کے طور پر استعمال ہوں۔ بڑے شہروں میں لوگوں کو عارضی رہائش کے لیے مکانات کا میسر آنا مشکل ہوتا ہے اور اگر ملیں تو بہت گراں ملتے ہیں۔ پس ایک تو ہمیں زیادہ کھلی جگہ میں مسجد بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ دوسرے ایک ہال کی تعمیر کا پروگرام اپنے مدنظر رکھنا چاہیے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہال بہت بڑا ہو۔ پچاس ساٹھ یا سو کُرسیاں اگر اس میں آجائیں تو وہ کافی ہو گا۔ دراصل ہر ہفتہ اتنے ہی آ سکتے ہیں لیکن فرض کرو اِتنے آدمی نہیں آتے اور صرف بیس آدمی ہر اتوار کو آجاتے ہیں تو بھی اس کے یہ معنے ہوں گے کہ مہینہ بھر میں اسّی اور سال بھر میں ایک ہزار تعلیم یافتہ آدمی ہمارے لیکچروں میں شریک ہو جائیں گے۔ اور یہ تعداد بھی کچھ کم نہیں۔ اور لائبریری سے تو ہزار دو ہزار آدمی سال بھر میں فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور ہمارے مربیوں کے لیے کام بھی نکل سکتا ہے۔ اِس وقت صورت یہ ہے کہ سوائے پاکستان سے باہر کی جماعتوں کے اور سوائے پاکستان کی خاص خاص جگہوں کے باقی مقامات پر مربی بالعموم بیکار بیٹھے رہتے ہیں۔ اس طرح انکی دینی طاقت بھی ضائع ہوتی ہے اور جماعت بھی ترقی نہیں کرتی۔ اگر لائبریری ہو تو لازماً مربی کے لیے کام نکل آئے گا۔ جو لوگ وہاں آئیں گے اُن سے اسے گفتگو کرنی پڑے گی اور پھر ان کے پتے لے کر ان سے تعلق قائم رکھنا پڑے گا۔ اور یہ چیز ایسی ہے جس کے نتیجہ میں وہ سُست نہیں رہ سکتا یا کم سے کم اگر وہ سُست ہو تو وہ اپنی سُستی کو چھپا نہیں سکے گا۔ اسے ماننا پڑے گا کہ وہ سُست ہے۔ اور ہم اس پر ثابت کرسکیں گے کہ کام کا موقع تھا مگر اس نے نہیں کیا۔ لیکن اب ہم ثابت نہیں کر سکتے کہ کام کا موقع تھا مگر تم نے نہیں کیا۔

اس کے علاوہ جو دِقّتیں جماعتی طور پر پیش آ رہی ہیں اُن کی طرف بھی ہمیں توجہ رکھنی چاہیے۔ مثلاً میرے پاس ایک لسٹ آئی ہے جس سے پتا لگتا ہے کہ لاہور کی جماعت میں اِس وقت ستّر فیصدی نادہند ہیں اور صرف تیس فیصدی چندہ دینے والے ہیں۔ میرے نزدیک اس کی ذمہ داری کارکنوں پر عائد ہوتی ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہوسکتا جسے کارکن صحیح اور سیدھے راستہ پر نہیں چلا سکتے۔ اگر انبیاء بھی بعض لوگوں کو سیدھے راستہ پر نہیں چلا سکے تو کارکن کہاں چلا سکتے ہیں۔ میں اس میں

ان کو ملزم قرار نہیں دیتا۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ ملزم ہوں اور واقع میں وہ صحیح راستہ پر آنے کے لیے تیار نہ ہوں۔ مگر جس حد تک وہ ملزم ہیں اُس کا خدا تعالیٰ کو ہی علم ہوسکتا ہے مجھے نہیں۔ لیکن ایک اَور چیز ایسی ہے جس کا مجھے بھی علم ہوسکتا ہے اور جسے خدا تعالیٰ نے میرے اور دوسرے لوگوں کے علم کا ایک ذریعہ بنا دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ جو شخص تین مہینے تک چندہ نہیں دیتا وہ احمدی نہیں۔ مجھے یہ تو کوئی کارکن کہہ سکتا ہے کہ میں نے تحریک کی اور انتہاء درجہ کی تحریک کی مگر لوگوں نے نہیں سنی۔ ممکن ہے وہ اپنی اس بات میں سچا ہو اور ممکن ہے وہ سچا نہ ہو محض دھوکا دیتا ہو۔ بہرحال یہ میرا حق نہیں کہ میں اسے کہوں کہ تُو جھوٹ بولتا ہے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ میں نے تحریک کی اور انتہاء درجہ کی تحریک کی مگر لوگوں نے نہیں مانا تو میں مجبور ہوں کہ اُس کی بات مان لوں۔ لیکن میرے اِس اگلے سوال کا کیا جواب ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص تین مہینے تک چندہ نہیں دیتا وہ جماعت سے خارج ہے۔1 آیا اُس نے نادہندوں کے اخراج کے لیے کوئی درخواست بھجوائی؟ اگر ایسے نادہندوں کو جماعت سے خارج کر دیا جائے تو گو جماعت کی تعداد کم ہو جائے گی مگر کم سے کم اس چیز کا اخلاقی طور پر ایک غیر معمولی اثر پڑے گا۔ اب تو وہ کہتے ہیں کہ اس جماعت کا چندہ جس میں سات آٹھ سَو مرد ہیں مثلاً پچاس ہزار روپیہ ہے اور سننے والا کہتا ہے کہ اتنی بڑی تعداد کا یہ چندہ بہت تھوڑا ہے۔ لیکن فرض کرو جماعت کے آدھے آدمیوں کو خارج کر دیا جاتا ہے اور صرف تین چار سَو آدمی رہ جاتے ہیں تو پھر لوگ کیا کہیں گے؟ پھر لوگ یہ کہیں گے کہ تین چار سَو کا چندہ پچاس ہزار ہے۔ ستّر فیصدی لوگوں کو نکال دو تو کہیں گے دوسَو یا اڑھائی سَو لوگوں کا چندہ پچاس ہزار ہے۔ اس طرح جماعت کا رُعب بجائے گرنے کے بڑھ جائے گا اور اس کی عزت اور نیک نامی میں کئی گُنا اضافہ ہو جائے گا۔ اب تو سُست اور غافل لوگوں کی وجہ سے جو مخلص کارکن ہیں وہ بھی بدنام ہو رہے ہیں۔ میں کھڑا ہوتا ہوں تو ان کو ملامت کر دیتا ہوں۔ کوئی اَور کھڑا ہوتا ہے تو ان کو ملامت کرتا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ لاہور میں بھی ایسے ہی قربانی کرنے والے لوگ ہیں جیسے باہر کی جماعتوں میں ہیں۔ لاہور میں بھی ویسے ہی مخلص ہیں جیسے باہر کی جماعتوں میں ہیں۔ لاہور میں بھی ویسے ہی فدائی ہیں جیسے باہر کی جماعتوں میں ہیں۔ یہ جماعت مخلصوں اور فدائیوں سے ہرگز خالی نہیں۔ اگر خالی ہے تو پچاس ہزار روپیہ کون دیتا ہے۔ وہ روپیہ فرشتے نہیں دیتے۔ اس جماعت کے مخلصین ہی دیتے

ہیں۔ مگر وہ لوگ جو سُست اور غافل ہیں وہ ان مخلصین کی بدنامی کا موجب ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کو الگ کر دیا جائے گا تو یہ لازمی بات ہے کہ یہ بدنامی ہٹ جائے گی اور ہمارے دلوں میں بھی یہ احساس پیدا ہوگا کہ یہ مخلصوں اور ایمانداروں کی جماعت ہے۔ اب تو ان کمزوروں کی وجہ سے مخلصوں کا اخلاص اور مومنوں کا ایمان بھی پوشیدہ ہو جاتا ہے اور بجائے تعریف کے جماعت کو بدنامی حاصل ہوتی ہے۔

پس کارکن بتائیں کہ وہ میرے اس سوال کا کیا جواب دیتے ہیں اور اس میں کونسی روک ہے جس کی وجہ سے ان کے خلاف رپورٹ نہیں کر سکتے؟ کیا جب وہ یہ لکھنے لگتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص نے چھ ماہ کا چندہ ادا نہیں کیا تو محلّہ کے لوگ ان کا قلم توڑ دیتے اور ان کے کاغذ کو پھاڑ دیتے ہیں؟ آخر کونسی چیز ہے جو انہیں روکتی ہے؟ لازمی بات ہے کہ اس میں سُستی کا دخل ہے یا لحاظ کا دخل ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں قابلِ افسوس ہیں۔ اگر سُستی ہے تب بھی قابلِ افسوس ہے اور اگر لحاظ اس کا باعث ہے تب بھی قابلِ افسوس ہے، اور اگر کوئی شخص اتنا سُست ہے کہ چھ ماہ کے بعد ایک رپورٹ بھی نہیں لکھ سکتا، ایسی رپورٹ جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لازمی قرار دیا ہے تو ہم اس بات کو کیونکر مان لیں کہ اس نے چندہ کی وصولی کی پوری کوشش کی ہوگی۔ جو شخص چھ مہینہ میں ایک خط بھی نہیں لکھ سکتا اُس کا یہ کہنا کہ میں چھ ماہ لگا تار نادہندوں کی اصلاح اور چندہ کی وصولی کی کوشش کرتا رہا ہوں یہ تو جھوٹ بن جاتا ہے۔ بہر حال اس کا رپورٹ نہ کرنا بتاتا ہے کہ قصور اسی کا ہے۔ اگر وہ واقع میں چُست ہوتا تو جب وہ ایک بڑا کام کر رہا ہے تو چھوٹا کام کیوں نہ کرتا۔ اس کا چھوٹا سا کام بھی نہ کرنا بتاتا ہے کہ جب وہ یہ کہتا ہے کہ میں بڑا کام کر رہا ہوں تو وہ جھوٹ بولتا ہے۔

ہمارے ملک میں قصہ مشہور ہے کہ دو نکمّے آدمی کسی جنگل میں ایک درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے کہ ان میں سے ایک شخص نے دور سے ایک سپاہی کو دیکھا جو اپنے کسی کام کے لیے جا رہا تھا۔ اس نے زور زور سے سپاہی کو آوازیں دینی شروع کیں کہ ارے میاں سپاہی! ذرا اِدھر آنا۔ خدا کے لیے جلدی آنا سخت ضروری کام ہے۔ سپاہی نے یہ آوازیں سنیں تو اس نے سمجھا کہ کوئی مصیبت زدہ انسان مجھے بلا رہا ہے۔ معلوم نہیں وہ کس مصیبت میں گرفتار ہے مجھے جلدی پہنچنا چاہیے تا کہ میں اس کی مدد کروں۔ چنانچہ وہ اپنا راستہ چھوڑ کر جلدی جلدی وہاں پہنچا۔ جب وہ قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ دو آدمی پیٹھ کے بل لیٹے ہوئے ہیں اور ان میں سے ایک شخص کے سینہ پر ایک بیر گرا ہوا ہے۔ اوپر بیری کا

درخت تھا جس کے سایہ میں وہ لیٹے ہوئے تھے۔ جب وہ اَور زیادہ قریب آیا تو اس شخص نے کہا میاں سپاہی! ذرا مہربانی کر کے یہ بیر جو میرے سینہ پر پڑا ہوا ہے اُٹھا کر میرے منہ میں ڈال دو۔ ایک کام کرنے والا انسان جو اپنے کسی ضروری کام کے لیے جا رہا ہو اُسے ایسی بات سن کر لازماً غصہ آنا تھا۔ اس نے گالیاں دینی شروع کر دیں کہ تُو بڑا نامعقول آدمی ہے۔ میں ایک ضروری کام کے لیے جا رہا تھا کہ تُو نے مجھے اپنی طرف بلا لیا اور بلایا بھی اس لیے کہ میں بیر اُٹھا کر تیرے منہ میں ڈال دوں۔ کیا تُو خود اپنے ہاتھ سے بیر اُٹھا کر منہ میں نہیں ڈال سکتا تھا؟ تُو نے میرا وقت ضائع کیا ہے۔ میں سَو یا پچاس گز کا رستہ کاٹ کر تیرے پاس آیا اور میں نے سمجھا کہ کوئی بڑی مصیبت ہے جس میں تُو گرفتار ہے۔ مگر تُو نے کام یہ بتلایا کہ وہ بیر جو تیرے اپنے سینہ پر پڑا ہوا ہے اُسے اُٹھا کر میں تیرے منہ میں ڈال دوں۔ جب وہ گالیاں دے رہا تھا تو دوسرا شخص جو پاس ہی لیٹا ہوا تھا وہ کہنے لگا میاں! اسے کیوں گالیاں دیتے ہو۔ یہ تو بالکل لاعلاج ہے۔ ان گالیوں سے اس کا بنتا ہی کیا ہے۔ یہ تو اتنا سُست اور نکمّا ہے کہ ساری رات کُتّا میرا منہ چاٹتا رہا مگر اس کمبخت نے اُسے ہشت تک نہیں کی۔ خیر سپاہی چُپ ہو گیا۔ دلیل سے نہیں بلکہ اس بات کو دیکھ کر کہ یہ تو اُس سے بھی گیا گزرا ہے۔ ساری رات یہ آپ جاگتا رہا مگر امید یہ کرتا رہا کہ دوسرا شخص ہشت کرے گا۔

اِسی طرح جو کارکن یہ کہتا ہے کہ میں چھ مہینے تک لگاتار کام کرتا رہا مگر اس کی حالت یہ ہے کہ وہ کسی نادہند کے خلاف رپورٹ نہیں کرتا۔ اس کے متعلق ہم یہی سمجھیں گے کہ وہ کام نہیں کرتا۔ وہ سُست اور نکمّا آدمی ہے۔ اگر اس نے چھ مہینے تک کام کیا ہے تو چھ مہینے میں وہ دفتر کو یہ خط کیوں نہیں لکھ سکا کہ فلاں فلاں لوگوں کو جماعت میں سے نکال دیا جائے۔ اس کا خط نہ لکھنا بتاتا ہے کہ اس کا یہ کہنا کہ میں نے پوری کوشش کی بالکل غلط ہے۔ اور اگر نادانی کی وجہ سے اس نے ایسا نہیں کیا یا اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس حکم کا علم نہیں تھا تو اس حکم کو میں نے اب یاد کرا دیا ہے۔ ہر وہ محاسب اور ہر وہ مُحصِّل جو چندہ کی نامکمل لسٹ دیتا ہے وہ مجرم ہوگا۔ جب تک وہ یہ ثابت نہ کرے کہ اس نے چندہ نہ دینے والوں کے متعلق یہ رپورٹ کر دی ہے کہ انہیں جماعت سے خارج کر دیا جائے۔ یہ کوئی ایسا کام نہیں جو تم کر نہ سکو۔ تم کہہ سکتے ہو کہ ہم ہر شخص کو مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ چندہ دے، تم کہہ سکتے ہو کہ ایک منافق کی اصلاح ہمارے بس کی بات نہیں، تم کہہ سکتے ہو کہ ایک کمزور

ایمان والے کے دل میں ہم زیادہ ایمان پیدا نہیں کر سکتے، تم سب کچھ کہہ سکتے ہو اور ٹھیک طور پر اور جائز طور پر کہہ سکتے ہو۔ تم ان جوابوں سے اپنے آپ کو بری بھی قرار دے سکتے ہو جبکہ ایک اَور چیز بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتادی ہے اور ایک اَور علاج بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجویز فرمادیا ہے جس میں تمہارے لیے نہ مجبوری ہے نہ معذوری۔ بلکہ وہ ایسا کام ہے جسے تم ہر وقت کر سکتے ہو۔ تو اگر تم اُس پر عمل نہیں کرتے تو تمہارا وہ جواب جو تمہاری معذوری اور مجبوری پر مشتمل تھا بالکل غلط ہو جاتا ہے اور ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوتے ہیں بلکہ نوے فیصدی حق بجانب ہوں گے یہ سمجھنے میں کہ تم نے کوشش نہیں کی۔ اگر تم میں کوشش کرنے کی ہمّت ہوتی، اگر تم میں اس قربانی کی طاقت ہوتی تو کم سے کم تم یہ کر سکتے تھے کہ چھ مہینے کے بعد خط ہی لکھ دیتے کہ فلاں فلاں نے اتنے مہینوں سے چندہ نہیں دیا، انہیں جماعت سے خارج کر دیا جائے۔ اگر تم نے چھ مہینے کے بعد بھی خط نہیں لکھا تو ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ تم نے محنت نہیں کی۔ تم نے کوشش اور صحیح جدوجہد نہیں کی۔ جو شخص ایک سیر اُٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ اگر یہ دعوٰی کرے کہ میں نے ایک مَن بوجھ اُٹھایا ہے تو وہ جھوٹ بولنے والا سمجھا جائے گا۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ سیر تو نہ اُٹھا سکے اور مَن بھر بوجھ اُٹھالے۔ جو شخص چھ مہینے میں ایک خط بھی نہیں لکھ سکتا وہ چھ مہینہ میں ہر ہفتے دوسرے لوگوں کے گھروں پر کس طرح جا سکتا ہے؟ اسے کوئی عقلمند ماننے کے لیے تیار نہیں ہوسکتا۔

بہرحال یہ ایک ذمہ داری ہے جس کی طرف جماعت کے کارکنوں کو میں توجہ دلاتا ہوں اور ساتھ ہی دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ انہیں اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے۔ اب ہماری جدوجہد بہت زیادہ وسیع ہو چکی ہے اور ہمیں باہر کی جماعتوں کی قربانیاں شرمندہ کر رہی ہیں۔ ابھی دوستوں نے اخبار میں پڑھا ہوگا کہ گولڈکوسٹ کے احمدیوں نے پچھلے سال ایک لاکھ روپیہ چندہ دیا۔ یہ کتنی بڑی قربانی ہے جو اس جماعت نے پیش کی۔ اس کے علاوہ کل ہی خبر آئی ہے کہ جماعت کے دوست یہ کہتے ہیں کہ چونکہ آپ نے یہاں ایک ہائی اسکول قائم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اس لیے ہماری جماعت نے اپنے اوپر یہ فرض قرار دے لیا ہے کہ وہ لازمی چندوں کے علاوہ اسکول کے لیے بھی چندہ اکٹھا کرے گی اور اپنے خرچ پر اسکول جاری کرے گی۔ یہ اُس جماعت کی قربانی کا نمونہ ہے جس کے کُل چندہ دہندہ ایک ہزار آدمی ہیں۔ وہ حبشی ہیں اور درختوں کی جڑیں کھا کھا کر گزارہ کرتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں ہم نے

اس وجہ سے کہ آپ نے یہاں اسکول کھولنے کا ارادہ کیا ہے اپنے اوپر یہ فرض قرار دے لیا ہے کہ ہم اس کے لیے چندہ اکٹھا کریں گے۔ اور وہ بھی اس رنگ میں کہ ہم میں سے ہر چندہ دینے والا دس پونڈ زائد چندہ دے گا اور اس طرح ڈیڑھ لاکھ روپیہ ہم اسکول کے لیے اکٹھا کر دیں گے۔ اب دیکھو! کُجا اُن کی آمدن اور کُجا تمہاری آمدن۔ تم میں سے ایک ایک کی آمدن وہاں کے ایک ایک قصبہ کی آمدن سے بھی زیادہ ہے مگر پھر بھی وہ قربانیوں میں بڑھتے جا رہے ہیں۔ اسی طرح اَور بہت سی جماعتیں ہیں جو اخلاص میں ترقی کر رہی ہیں۔ مثلاً مشرقی افریقہ کی جماعت ہے اس کے سارے افراد مرد عورتیں اور بچے ملا کر جو مجھے بتائے گئے ہیں وہ تین چار سَو ہیں۔ لیکن یہ تین چار سَو افراد کی جماعت جن میں سے غالباً سَو ڈیڑھ سَو چندہ دینے والے ہیں کیونکہ وہاں مرد زیادہ ہیں اور عورتیں کم ہیں جس قربانی کا مظاہرہ کر رہے ہیں وہ نہایت شاندار ہے۔ چونکہ وہ کمائی زیادہ کرتے ہیں اس لیے ہمارے ملک کے لحاظ سے اُن کو چھ سات سَو سمجھ لو۔ مگر پھر بھی یہ تھوڑے سے افراد جو نمونہ دکھا رہے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے اِس وقت وہاں 9 مبلغ ہیں ان 9 مبلغوں کا خرچ یہ لوگ برداشت کر رہے ہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی وہ یہاں کافی چندہ بھیجتے رہتے ہیں۔ اِسی طرح نائیجیریا ہے، سیرالیون ہے۔ وہاں بہت چھوٹی چھوٹی جماعتیں ہیں مگر اپنے مبلغوں کا خرچ بھی برداشت کر رہی ہیں اور مرکزی جماعت کے چندے بھی ادا کرتی ہیں۔ یہی حال امریکہ کی جماعت کا ہے۔ وہاں ہمارے کُل تین سَو افراد ہیں۔ اصل میں تو ہزاروں تھے مگر وہ صرف نام کے طور پر تھے۔ مفتی محمد صادق صاحب میں نرمی زیادہ تھی جیسے یہاں کے محاسب اور مُحصِّل اپنے اندر نرمی رکھتے ہیں۔ غالباً یہ نرمی کا سبق انہوں نے مفتی صاحب سے ہی سیکھا ہے۔ جس نے کہہ دیا میں احمدی ہوں اُس کو انہوں نے جماعت میں شامل کر لیا اور یہ نہ دیکھا کہ وہ احمدیت پر عمل کہاں تک کرتا ہے۔ اس لحاظ سے تو امریکہ میں پانچ ہزار کے قریب احمدی ہیں۔ مگر حقیقتاً جو امریکہ کی جماعت ہے وہ تین چار سَو کے درمیان ہے جس میں مرد بھی شامل ہیں، عورتیں بھی شامل ہیں اور بچے بھی شامل ہیں۔ لیکن امریکہ کا چندہ پچاس ہزار کے قریب ہے۔ اور اب انہوں نے اَور زیادہ ذمہ داریاں اپنے اوپر عائد کی ہیں اور عہد کیا ہے کہ اگلے سال وہ اپنے چندوں کو اور اپنے کام کو اور اپنے افراد کو دُگنے سے بھی زیادہ بڑھانے کی کوشش کریں گے۔

غرض میں دیکھ رہا ہوں کہ بیرونجات کی جماعتیں اخلاص میں بڑھ رہی ہیں، چندوں میں

بڑھ رہی ہیں اور جس نسبت سے بڑھ رہی ہیں اُس نسبت سے ہمارے ملک کی جماعتیں ترقی نہیں کر رہیں اور جس نسبت سے انہیں اپنے اخلاص کو قائم رکھنا چاہیے تھا اس نسبت سے وہ اپنے اخلاص کو قائم نہیں رکھ رہیں۔ یہ بھی ایک بڑے فکر کی بات ہے بلکہ اس میں غیرت کا بھی سوال ہے جو دین تو الگ رہا دنیوی معاملات میں بھی پیدا ہونی چاہیے۔ دین ہمارے گھر سے نکلا۔ خدا نے ہم کو اس بوجھ کے اُٹھانے کے لیے چُنا۔ لیکن بجائے اس کے کہ ہمارے کندھے اس بوجھ کے اُٹھانے کے لیے زیادہ سے زیادہ پھیلتے چلے جاتے اب اس بوجھ کو بیرونجات کی جماعتیں بہت زیادہ شوق اور اخلاص سے اُٹھا رہی ہیں۔ درحقیقت اگر دیکھا جائے تو پاکستان میں جس قدر ہماری جماعتیں پائی جاتی ہیں ان سے دسویں حصہ کے برابر باہر کی جماعتیں ہیں لیکن چندے کو دیکھیں تو وہ یہاں کی جماعتوں کے قریباً برابر ہے۔ گویا وہ اِس وقت ہم سے دس گُنا بوجھ اُٹھا رہی ہیں۔ پھر جس رفتار سے وہ بڑھ رہی ہیں وہ بتاتی ہے کہ اگلے چار پانچ سال میں وہ تعداد میں بھی بڑھ جائیں گی اور یہ کوئی خوشکن خیال ہمارے لیے نہیں ہوگا۔ اس کے معنے یہ ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو دس قدم آگے رکھ کر دوڑ کا حکم دیا مگر بجائے اس کے کہ ہم دوسروں سے دس قدم آگے رہتے دوسرے آگے نکل گئے اور ہم پیچھے رہ گئے۔ پس کوئی نہ کوئی طریق ہم کو اس کے لیے اختیار کرنا چاہیے۔

پہلا طریق تو یہی ہے اور اس کی ہی ہم تم سے امید کرتے ہیں کہ تم محبت اور پیار سے لوگوں کو سمجھاؤ۔ لیکن اگر تم کہتے ہو کہ ہم نے سارا زور لگا لیا مگر وہ اپنی اصلاح نہیں کرتے، اگر سال کے بعد سال گزرتا چلا جاتا ہے اور وہ بیدار نہیں ہوتے تو تم کیوں ان کے متعلق لمبی امیدیں کرتے چلے جاتے ہو۔ تم کیوں نہیں سمجھ لیتے کہ وہ مر چکے ہیں اور مرے ہوئے کو بیدار کرنے کی کوشش کرنا ہرگز دانائی نہیں کہلا سکتی۔ تم کیوں ان کی وجہ سے اپنے لیے ذلت سہیڑتے ہو کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس جماعت میں ستّر فیصدی نادہند ہیں۔ تم مخلص بھی ہو، تم قربانی بھی کرتے ہو مگر دوسرے لوگ تمہاری قربانیوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں اور وہ تمہیں بھی بدنام کر دیتے ہیں مگر تمہیں کوئی غیرت نہیں آتی کہ تم ان کی وجہ سے بدنام ہو رہے ہو، تم ان کی وجہ سے ذلیل اور رسوا ہو رہے ہو۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ایک بات کہی ہے تو کیا تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی زیادہ رحم دل ہو کہ اس پر عمل نہیں کرتے؟ کہتے ہیں ''ماں سے زیادہ چاہے کُٹنی کہلائے''۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ تم کو جماعت سے محبت نہیں ہوسکتی۔ اگر ہم تمہارے اس فعل کو نیکی کہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ غلط قرار دیں تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ وہ بڑے جابر تھے مگر تم بڑے رحیم وکریم ہو کہ دس دس سال کے نادہندوں کو بھی اپنے ساتھ لٹکائے چلے جاتے ہو۔ تم خود سمجھ لو کہ میں تم دونوں میں سے کس کو حق بجانب قرار دوں؟ تم کو رحیم وکریم کہوں یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رحیم وکریم کہوں؟ تم کو سچا کہوں یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو؟ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہو تم یہی کہو گے کہ ہمیں جھوٹا سمجھ لو، ہمیں جابر اور ظالم کہہ لو مگر ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسا کہا جائے اور یہی صحیح جواب ہوگا۔ پس ان حالات میں مَیں مجبور ہوں کہ تم کو جھوٹا کہوں اور ان کو سچا کہوں، تم کو ظالم کہوں اور ان کو رحیم وکریم کہوں۔ آخر یہ ایک چھوٹی سی چیز ہے اس کے کر لینے میں تمہارا کیا حرج ہے کہ جو لوگ چندہ نہیں دیتے اُن کے متعلق رپورٹ کر دو کہ ہم نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی ہے مگر یہ نہیں مانتے۔ اس لیے انہیں جماعت سے خارج کر دیا جائے۔ تم کہو گے کہ اگر ہم ایسی رپورٹ کریں گے تو یہاں کی جماعت آدھی رہ جائے گی یا تیسرا حصہ رہ جائے گی۔ مگر یاد رکھو! جو آدھی جماعت رہ جائے گی یا تیسرا حصہ رہ جائے گی وہ تمہاری نیک نامی اور عزت کا موجب ہوگی اور وہ تمہارے رُعب کو سینکڑوں گُنے زیادہ بڑھا دے گی۔ اور جو کام ایک ہزار کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ کل اڑھائی سَو یا تین سَو کی طرف منسوب ہو گا۔ اور اس طرح لازماً اس کا کام زیادہ عمدہ نظر آئے گا، زیادہ شاندار نظر آئے گا اور جماعت کا رُعب پہلے سے کئی گُنا بڑھ جائے گا۔ فرض کرو کسی وقت سارا لاہور احمدی ہو جائے اور تمہارا چندہ پچاس ہزار سے بڑھ کر دو لاکھ تک پہنچ جائے تو کہنے والے کیا کہیں گے؟ یہی کہیں گے کہ سترہ لاکھ نے دو لاکھ چندہ دیا۔ اس سے تمہارا رُعب مٹے گا بڑھے گا نہیں۔ ہر شخص کہے گا کہ یہ ایک مُردہ قوم ہے جس کے سترہ لاکھ افراد دو لاکھ چندہ دے رہے ہیں۔ لیکن اگر موجودہ جماعت میں سے دو تہائی افراد کو ہم نکال دیتے ہیں اور پھر چندہ اتنا ہی رہے جتنا اِس وقت آ رہا ہے تو تمہارا رُعب بڑھ جائے گا اور لوگ کہیں گے لاہور کی جماعت کے دو سَو یا تین سَو آدمی اتنا چندہ دیتے ہیں۔ پس یہ چیز تمہاری شان کو گھٹانے والی نہیں بلکہ تمہاری شان کو بڑھانے والی ہے، تمہاری نیک نامی کو بڑھانے والی ہے۔ تم وہ طریقہ کیوں

اختیار کرتے ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منشاء کے خلاف ہے اور تمہاری عزت کے بھی خلاف ہے۔

یہ ایک تیسری بات ہے جس کی طرف میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ یہ جماعت کی اصلاح کا ایک آسان طریق ہے۔ جب اس طریق کو تم اختیار کرو گے تو تمہیں نظر آئے گا کہ جو لوگ غافل ہیں وہ سارے کے سارے بے ایمان نہیں وہ بھی ایمان دار ہیں۔ صرف اُن کے دلوں پر زنگ لگا ہوا ہے۔ جب وہ جماعت سے خارج کیے جائیں گے تو اُن میں سے کم سے کم آدھے ضرور واپس آئیں گے اور توبہ کریں گے۔ پھر تمہارا چندہ بھی بڑھ جائے گا، تمہاری شان بھی بڑھ جائے گی، تمہارے اندر کام کرنے والے آدمی بھی بڑھ جائیں گے، تمہارے اندر بیداری بھی بڑھ جائے گی اور تمہاری ترقی کے کئی نئے راستے نکل آئیں گے۔ بہرحال خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے رستوں کو ردّ نہ کرو اور خدا تعالیٰ کے مامور کے کھولے ہوئے رستوں کو اپنے آپ بند نہ کرو۔ جب خدا ایک علاج پیدا کر دیتا ہے اور انسان اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتا تو وہ بہت سے فضلوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ پس کوشش کرو اور اپنے لیے جماعت میں ایک نیک مقام پیدا کرو اور کوشش کرو کہ تمہیں دنیا میں بھی نیک مقام حاصل ہو"۔

(الفضل 26/اپریل 1960ء)

---

1: تبلیغ رسالت جلد 10۔ مطبوعہ اکتوبر 1927ء